Majallah-e-Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 30, Sr.No.76, 2009, pp 31 - 66

مجلہ تحقیق
مجلۂ کلیۂ علوم شرقیہ
جلد ۳۰، جولائی۔ ستمبر ۲۰۰۹ء، شمارہ ۷۶

ابن الرومی، ایک شاعر ایک تاریخ

مسز زریں۔ ایس ریاض ☆

Abstract:

The rich classical Arabic literature has great tradition of poetic excellence. Even before the spread of Islam, the land of Hijaz produced so many extraordinary epics and this tradition was well followed during the Islamic era. Ibn Al Rumi was a famous and renowned poet of Abbasids period. He belonged to a family of Greek origion but his expertise in saying Arabic verses is beyond any doubt. One of his Qasidas contained even more than three hundred verses.

Key words: Arabic poetry, Abbasids period, Ibn Al Rumi

دوسری صدی ہجری کے وسط میں ایک رومی (یونانی) شخص حلقہ بگوش اسلام ہوا جس کا نام غریغورس (۲) یا جورجیس تھا۔ اس نے عبیداللہ بن عیسٰی بن جعفر بن منصور عباسی کے ہاتھ پر بیعت کی اور بنو عباس کے موالی میں شامل ہو گیا۔ پھر اس کا نام جاج یا جریج ہو گیا یہ جریج اپنے اصلی وطن کی مناسبت سے "الرومی" کے نام سے مشہور تھا۔

☆ شعبہ علوم اسلامیہ، سرگودھا یونیورسٹی، سرگودھا۔

جریج الرومی کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا تو اس نے اس کا نام عباس رکھا (۲) یہ نام اس خاندان کی مناسبت سے رکھا جس میں وہ بحیثیت غلام داخل ہوا تھا۔ جب عباس جوان ہوگیا تو اس نے ایک ایرانی الاصل عورت سے شادی کر لی جس کا نام حسنہ تھا اس کے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ جن میں سے ایک کا نام 'محمد' اور دوسرے کا نام 'علی' رکھا گیا۔ یہ علی بعد میں عرب کے فحول الشعراء میں شمار ہوا۔

علی ابن العباس (ابن رومی) (۲) رجب ۲۲۱ھ (مطابق ۲۱ جون ۸۳۶ء کو بروز چہار شنبہ طلوع فجر کے بعد بغداد میں عیسیٰ بن جعفر بن المنصور کے محل کے نزدیک ایک مشہور مقام عقیقہ کے ایک گھر میں پیدا ہوا۔ (۳) (عقیقہ کو ورب ِختلیہ بھی کہتے ہیں)

ابن الرومی عبداللہ بن عیسیٰ بن جعفر بن منصور کا غلام تھا اور جعفر منصور کا دوسرا بیٹا تھا جسے نہ تو حکومت و ولایت ملی تھی نہ ہی اس کی اولاد میں سے کسی کو حکومت حاصل ہوئی تھی اسی خاندان میں ابن الرومی نے پرورش پائی۔

ابن الرومی نے بذاتِ خود اپنے رومی الاصل ہونے میں کبھی شک نہیں کیا بلکہ اس نے اپنے دیوان میں مختلف مقامات پر اپنے رومی الاصل ہونے کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ وہ کہتا ہے۔ (۴)

و نحن بنو الیونان قوم لنا جحیٰ　　　و مجد و عید ان صلاب المعاجم

''ہم یونان کے فرزند ہیں ہم لوگ بڑے دانا بزرگی والے اور صبر والے ہیں''

اور یہ شعر (۵)

قد تحسن الروم شعرا　　　مأحسنته العریب

اہلِ روم شعر کہنا خوب جانتے ہیں　　　جیسے اہلِ عرب کہہ سکتے ہیں

پھر کہتا ہے(٦)

آبائی الروم توفیل و توفلس ولم یلدنی ربعی ولا شیث

میرے آباؤ اجداد رومی توفیل اور توفلس تھے ربعی اور شیث سے میں پیدا نہیں ہوا۔

اسی طرح ابن الرومی کا یہ شعر بھی اس کے رومی الاصل ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔(٧)

اذا الشاعر الرومی أطریٰ أمیره فناهیك من مطریٰ و نا هیك من مطرٖ

''جب رومی شاعر اپنے امیر کی تعریف کرتا ہے تو تعریف کرنے والا اور تعریف کیا گیا دونوں تعریف کے مستحق ہوتے ہیں''

ابن الرومی نے تمام زندگی بغداد میں گزاری ٨۔ وہ اگر کسی دوسرے علاقہ میں جاتا تو بہت کم عرصہ کے لئے اور پھر واپس اپنے شہر میں آ جاتا اس کے دل میں بغداد کے لئے بے انتہا محبت و رغبت تھی۔ جیسا کہ وہ خود ہمیں بتاتا ہے۔

بلد صحبت بهٖ الشبية والصبی و لبست فيه العيش و هو جديد

'' وہ ایک ایسا شہر ہے کہ جس میں مَیں لڑکپن اور جوانی کا ساتھی اور زندگی کا لباس اس وقت پہنتا تھا جبکہ وہ نیا تھا''(٩)

ہمارے پاس یہ باور کرنے کے لئے وجوہات ہیں کہ اس وقت اس کا خاندان متوسط درجہ کی خوشحالی میں بسراوقات کررہا تھا۔ اس کی شاعرانہ صلاحیتیں جلدی ہی اجاگر ہوگئی تھیں

ابن الرومی نے سلیمان عبداللہ بن طاہر کے لئے جو قصیدہ لکھا اس میں اپنی وطن پرستی کا یوں ذکر کرتا ہے۔(١٠)

ولی وطن آلیت ان لا ابیعه وأن لا أریٰ غیری له الدهر مالکا

''میرا بغداد میں ایک جدی مکان ہے جس کے متعلق میں نے قسم کھائی تھی کہ کسی کے ہاتھ نہ بیچوں گا اور نہ کسی دوسرے شخص کے قبضہ میں دوں گا''

اس کی نظموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کو عربی و ایرانی تاریخ سے کچھ واقفیت تھی لیکن یہ یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ آیا اس کا علم اپنے زمانے کے عام تعلیم یافتہ طبقہ کے لوگوں کے سرسری علم سے زیادہ تھا یا نہیں وہ بہت سے تاریخی اشخاص، روائتی گھوڑوں اور دیگر جانوروں کا ذکر درمیان میں لاتا ہے۔ مثلاً حاتم، قارون، اور داحس کا ذکر کرتا ہے ان کے علاوہ وہ اوروں کا ذکر بھی کرتا ہے جیسے شبیب اور الجآف کا ،گھوڑوں میں رخش اور شبدیز جو اس زمانے میں مسوپوٹیمیا میں زیادہ مشہور تھے جب کہ اس نے یہ نظمیں لکھیں' ابن الرومی کے علمِ جغرافیہ کے حوالے طنجہ و افرنجہ تک گھومتے ہیں لیکن ان میں مقامات کے ناموں کا شاذ ہی ذکر ہوتا ہے اور یہ وہ مقامات ہیں جو اپنی مصنوعات کی وجہ سے مشہور تھے ان مقامات میں عرب کے پہاڑوں کی بھی کافی تعداد ہے ۔ ابن الرومی، امری القیس ، النابغہ ذبیانی اور لبید کی شاعری سے واقف ہونے کا اظہار کرتا ہے اور ان میں سے ہر ایک کے ایک دو اشعار کا حوالہ بھی دیتا ہے وہ زہیر، الاخطل، الفرزدق، جریر، البعیث، ابونواس اور دعبل کی نظموں کا بھی ذکر کرتا ہے۔

ابن رومی نے اپنے باپ کا ذکر اپنے دیوان میں بہت کم کیا ہے البتہمند رجہ ذیل اشعار میں وہ اپنے ماں باپ کی برتری کا اظہار کرتا ہے۔

کیف أغضی علی الدنئیة والفرس خوؤلی والروم أعمامی[۱۱]

''میں کس طرح دناءت پر صبر کرسکتا ہوں جبکہ ایرانی میرے ماموں اور رومی میرے چچا ہیں''

چونکہ اس کے دادا کا نام جرتج یا جورجیس ہے جو ایک یونانی نام ہے اس لئے اس کی اصلیت میں کوئی شک نہیں ہوسکتا یہی وجہ ہے کہ ابن الرومی نے بچپن ہی سے اپنے لئے ابن

الرومی عرف پسند کر لیا تھا۔

ابن الرومی آل رسول ﷺ سے بہت محبت کرتا تھا اس نے ان کی مدح میں بے شمار قصائد کہے[۱۲] ابن الرومی نے جو مرثیہ یحیٰ بن عمرو کے لئے لکھا تھا اس میں خاندان علی کی پرزور مدح کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابن الرومی کو شیعہ کہا جا تا ہے۔ (یحییٰ بن عمرو عباسیوں کے خلاف اٹھا تھا اور انہوں نے اسے قتل کروا دیا تھا) [۱۳] اس امر کے متعلق المعری کی رائے ہے کہ ابن الرومی نے دوسرے شعراء کا اندازِ فکر اختیار کیا تھا۔

وما اراه الا علیٰ مذهب غیرہٖ من الشعراء و من اولع بالطیرة [۱۴]

علاوہ ازیں ابن الرومی کا شیعہ فرقہ کے ساتھ تعلق رکھنے کا اس بات سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اس کا میل جول ان کے سرگرم ارکان کے ساتھ خاص طور پر ابوسہل کے ساتھ جس کے متعلق وہ لکھتا ہے کہ میں اس کے ساتھ مذہب کے رشتہ میں منسلک ہوں۔ لیکن اس سب باتوں کے باوجود یہ بھی صحیح ہے کہ ابن الرومی نے المعتضد سے بلا کسی تردد کے کہہ دیا کہ مجھے آل رسول اکرم ﷺ کی میراث حاصل ہے۔(۱۵)

رجع الملك جديداً كالذى   كان فى بدأته حين طَلع

''سلطنت اسی طرح لوٹ آئی ہے   جیسے شروع میں تھی''

حالانکہ اس کا یہ بیان شیعہ اندازِ فکر کے خلاف ہے اس کے اس رویہ کی وضاحت میں یہ بھی ممکن مانا جا سکتا ہے کہ اس نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں اپنا مذہب تبدیل کر لیا ہو۔ پھر ابن الرومی نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ میں ایک کٹر معتزلی ہوں۔

أأرفض الاعتزال رأياً   .   كلا لأنى به ضنينٌ [۱۶]

''کیا میں اعتزال کو ٹھکرا دوں   ہرگز نہیں میں تو اس کے بارے میں بڑا بخیل ہوں''

قاضی یوسف کے سامنے لگائے گئے لا مذہبیت کے الزام کے متعلق ہمیں صرف اس کی پیش کردہ صفائی کا پتہ چلتا ہے الزام کی دیگر تفاصیل نہیں ملتیں۔ وہ پرزور الفاظ میں قاضی صاحب سے کہتا ہے۔

یشهدُالله انَّ دینی دین   یرتضیهِ شهادةً و مغیبا

لم اعاندبهِ الطریق ولا   اضحیٰ لدین المعاندین نسیبا [۲۸]

''اللہ جانتا ہے کہ میرے مذہبی عقائد' خواہ وہ ظاہری ہوں یا باطنی' وہی ہیں جو اللہ کو پسند ہیں میں نے اپنے عقیدے میں نہ تو صراطِ مستقیم کو چھوڑا ہے اور نہ ہی گمراہیوں کا راستہ اختیار کیا ہے''۔

نسلِ انسانی کے دوسرے افراد کی طرح ایک فنکار بھی اسی زمین پر رہتا ہے کہ وہ اپنی تخلیقی کاوشوں میں دنیا سے کتنا ہی الگ ہونے کی کوشش کرے پھر بھی وہ دنیا ہی کا فرد ہوتا ہے معاشی مشکلات کو انہیں کی طرح سلجھاتا ہے اور اجتماعی نفسیات کا غلام ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ اپنے ماحول سے کچھ آگے بڑھ کر دیکھ لے لیکن حدود زمان و مکان کو توڑ کر روحِ عصر کو ٹھکرا نہیں سکتا۔ اس کی کوششوں کو شعوری یا غیر شعوری طور پر اپنے زمانے کے میلانات سے متاثر ہونا پڑتا ہے۔ وہ سیاسی جبروت اور معاشی گرفت سے دامن بچا کر نکل نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ تمام بڑے فنکار اپنی تخلیقی قوتوں کے باوصف اپنے عصری رجحانات میں محصور رہے اگر ایسا نہ کرتے تو ان کی آوازیں مبہم اور ان کے کارنامے مہمل ہو کر مٹ جاتے۔

درحقیقت ہر فن اپنے عہد کی تہذیب و تمدن کی آئینہ داری کے لئے مجبور ہے اور اسی مجبوری کا فیض ہے کہ ہم بعض قدیم عمارات اور پرانے نقوش دیکھ کر اس عہد کی تہذیب کا اندازہ کر لیتے ہیں۔ اسی طرح شعروادب اپنے عہد کی سماجی زندگی کا ترجمان ہے اور پابند بھی

۔وہ زندگی کے مرکز سے تمام شعبوں پر نظر ڈالتا ہے لیکن نہ اپنے مرکز کو چھوڑ سکتا ہے نہ زندگی کے کسی ایک شعبے میں استغراق بڑھا سکتا ہے۔ الغرض شاعری سماجی روایات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی اور شاعر جس ماحول میں پرورش پاتا ہے اور جس تہذیب و تمدن کی گود میں سانس لیتا ہے اس سے اس کا گریز ناممکن ہوتا ہے۔ اس لئے کسی شاعر کی روح کو سمجھنے کے لئے اس عہد کے ماحول کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ عباس محمود عقاد نے تیسری صدی ہجری جو ابن الرومی کا عہد تھا کے بارے میں یوں گوہر افشانی کی ہے۔

کان أحسن الازمان و کان أسواالأزمان کان عصر الحکمة و کان عصر الجهلة کان عهد الیقین والایمان وکان عهد الحیرة والشکوك کان او ان النور و کان أو ان الظلام ء کان ربیع الرجاء و کان زمهریر القنوط بین أیدینا کل شیٔ ولیس بین ایدینا أی شیٔ وسبیلنا جمیعا الیٰ سماءٍ علیینو سبیلنا جمیاً الی قرار الجهیم تلك أیام کأیّامنا هذهٖ التی یوصینا الصاحبون من ثقاتها أن نأخذهاعلیٰ علاتها وألاتذکرها الا بصیغة المبالغة فیمااشتملت علیه من طیبات ومن اٰفات ۱۹

جس قدر خلفاء کا زمانہ ابن الرومی نے دیکھا اتنے خلیفہ کسی بھی شاعر کے عہد میں نہیں ہوئے۔ ابن خلکان کی روایت کے مطابق ابن الرومی ۲۲۱ھ میں پیدا ہوا۔ اور ۲۸۳ھ میں وفات پا گیا اور اپنے اس مختصر عرصۂ حیات میں اس نے نو خلفاء کا دور خلافت دیکھا۔ یعنی معتصم ، واثق، متوکل، منتصر، مستعین، معتز، مھتدی، معتمد اور معتضد، مؤخر الذکر شاعر کی وفات کے چھ سال بعد مرا۔ (۲۰)

جب ہم ان خلفاء کی زندگیوں پر نظر کرتے ہیں اور ان کی حیات سیاسی کا جائزہ لیتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ ان کا انجام بڑا خراب ہوا۔ مثلاً متوکل قتل کیا گیا۔ مستعین، معتز اور مھتدی

نے خلع کیا اور اس کے بعد قتل کر دیئے گئے۔ معتمد اور معتضد زہر دے کر مار دیئے گئے جو باقی رہے وہ اپنے تختِ خلافت پر ہی مرے تو ان کا زمانہ بھی فتنہ وفساد اور خارجی بغاوتوں سے خالی نہ تھا اور کسی نے بھی خلافت وحکومت کا صحیح لطف نہیں اٹھایا۔

معتصم نے اپنی آٹھ سالہ مدتِ خلافت اندرونی اور بیرونی مخالف طاقتوں کا قلع قمع کرنے میں صرف کی۔ جس طاقت نے بھی سر اٹھایا اسے کچل کر رکھ دیا عموریہ کی فتح اس کا سب سے بڑا جنگی کارنامہ ہے۔ خطیب کا بیان ہے کہ اس نے آٹھ ملک فتح کئے اور آٹھ دشمنوں کو مغلوب کیا۔(۲۱) سیوطی نے لکھا ہے کہ اس کے زمانہ میں آٹھ فرمانروا امیر ہوئے جس کی مثال کسی خلیفہ کے زمانہ میں نہیں ملتی۔ (۲۲)

معتصم نے اپنے بھتیجے عباس بن مامون کی بغاوت کو فرو کیا۔۲۳؎ عرب سردار معتصم کی ترک نوازی سے بہت برہم ہوگئے تھے۔ جس زمانہ میں معتصم عموریہ کی مہم میں مشغول تھا انہوں نے عباس بن مامون کو بھڑکا کر اس کے خلاف کھڑا کر دیا اور معتصم نے اشناس اور افشین کو قتل کرنے کا تہیہ کر لیا۔ (۲۴) معتصم کو اس کی خبر ہوگئی اور وہ قسطنطنیہ سے واپس آ گیا عباس کو گرفتار کر کے قید کر دیا ور عباس کچھ دنوں کے بعد قید ہی میں مر گیا۔ خلیفہ معتصم کی فوج میں ترکوں کی بھر مار ہوگئی تھی۔ یہاں تک کہ اہل بغداد ان سے تنگ آ گئے تھے۔(۲۵) ترک فوجیوں اور اہل بغداد کے درمیان جھگڑے ہونے لگے تھے۔ ان مخاصمات کے درمیان ابن الرومی پیدا ہوا اگر ابن الرومی بحیثیت شاعر بغداد میں ترکوں کے زمانہ کو پا لیتا تو وہ اس کی ہجو سے بچ نہ سکتے۔ جیسا کہ ''دعبل'' نے ان کی ہجو کی ہے اور وہ کہتا ہے۔

لقد ضاع أمر الناس حیث لیسوسھم

''وصیف'' و ''أشناس'' و قد عظم الخطب (۲٦)

''لوگ برباد ہو گئے جب سے کہ ان پر حکومت کرتے ہیں وصیف و اشناس اور یہ کتنی بڑی مصیبت ہے''

جس زمانہ میں ابن الرومی بچہ تھا ترک لشکری بغداد کی گلیوں میں گھومتے پھرتے تھے اور جب وہ لڑکپن کی عمر کو پہنچا تو خلیفہ معتصم نے ان کو مدینہ سے سامرا منتقل کر دیا'' (۲۷)اور وہ خود بھی وہیں رہنے لگا بعد میں خلیفہ معتصم کو احساس ہوا کہ اس نے ترکوں کو اقتدار دے کر اپنے اوپر اور عباسی خلافت پر ایک بڑا خطرہ مسلط کر لیا ہے۔ ان کا بغداد یا سامرا میں قیام اس کے لئے اور اس کی رعایا دونوں کے لئے باعث تکلیف ہے۔ معتصم نے ایرانیوں اور ترکوں کی خدمت کا موازنہ کیا تو ایرانی بڑھے ہوئے تھے۔ ادھر ایرانیوں اور ترکوں میں اقتدر کے لئے جدوجہد بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ واثق بن معتصم خلیفہ بنا۔ واثق معتصم سے بھی زیادہ ترک نواز تھا اس لیے اس کے خلیفہ ہونے کے بعد ترکوں کو اور زیادہ عروج حاصل ہوا۔

ان کو بڑے بڑے مناصب پر فائز کیا اشناس ترکی کو جواہرات کے ہار پہنائے اور سر پر جواہرات کا تاج رکھ کر نائب السلطنت بنایا واثق پہلا شخص ہے جس نے نیابتِ سلطانی کا عہدہ قائم کیا۔ (۲۸)

جب ابن الرومی نے جوانی میں قدم رکھا تو ادھر ترکوں کا اقتدار جوان ہو گیا۔ ایتاخ ترکی کو اتنی قوت حاصل تھی کہ وہ جس کو چاہتا قتل کر دیتا جس کو چاہتا قید کر دیتا بلکہ ایک بار تو اس نے خلیفہ متوکل کو بھی قتل کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ (۲۹) مگر متوکل بچ گیا

ایرانیوں اور ترکوں کی سازشیں طول پکڑتی گئیں یہاں تک کہ خلافت و خلیفہ ان کے ان ہتھکنڈوں سے عاجز آ گئے اور آخر کار خلیفہ متوکل نے اپنی خلافت بغداد سے دمشق منتقل کرنے کے بارے میں سوچا۔ تاکہ ترکی عنصر سے فرار حاصل کر کے عربی عنصر کی پناہ لے سکے۔ (۳۰)

متوکل نے اپنی زندگی میں ہی اپنے تین بیٹوں کو ولی عہد بنا کر تمام سلطنت ان میں تقسیم کر دی تھی اور اپنی وفات کے بعد ان تینوں کو اپنی اپنی حدود میں خود مختار قرار دے دیا تھا اور رعایا سے ان کے حق میں بیعت لے لی تھی۔ مگر پھر اس کے بڑے بیٹے محمد منتصر کے ساتھ اس کے تعلقات کشیدہ ہو گئے اور خلیفہ نے اپنے دوسرے بیٹے معتز کو ولی عہد اول قرار دے دیا اس سے رنجش اور بڑھ گئی منتصر نے اپنے باپ کے خلاف ترکوں سے ساز باز کی انہوں نے رات کے وقت شاہی محل میں داخل ہو کر خلیفہ کو موت کی نیند سلا دیا اور خود منتصر خلیفہ بن بیٹھا۔(۳۱)

منتصر کے عہد میں علویوں کو امن ملا۔ ان کی ضبط شدہ جائیدادیں واپس کی گئیں اور شیعانِ علی کو حضرت حسینؓ کے مرقد اور جملہ آل ابی طالب کے مقابر کی زیارت کرنے کی عام اجازت مل گئی۔(۳۲) منتصر ترکوں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنا ہوا تھا ان کے کہنے سے اس نے اپنے دونوں بھائیوں معتز اور مؤید کو ولی عہدی سے معزول کر دیا۔۳۳ منتصر کو اس بات کا رنج تھا اور اسے اپنے باپ کے قتل کا بھی دکھ تھا وہ دل سے ترکوں کے خلاف تھا۔ ترکوں کو اس با ت کا علم ہوا تو انہوں نے اس کی بیماری کے درمیان مسموم نشتر سے اس کی فصد کھلوادی اور وہ اس زہر کے اثر سے وفات پا گیا۔منتصر کے بعد ترکوں نے اس کے بیٹے مستعین کو خلیفہ بنا یا ادھر اہل بغداد ترکوں کے مظالم سے تنگ آ کر بغاوت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے مستعین گھبرا کر بغداد بھاگ گیا۔ ترک اسے سامرا لانے کی کوشش کرتے رہے۔وہ نہ مانا تو انہوں نے اسے معزول کر کے دوسرے بیٹے معتز کو خلیفہ بنا لیا۔معتز کو ترکوں کی بدولت خلافت ملی تھی۔لیکن معتز کے دل میں سابقہ رنجش تھی اس لئے اس کا دل صاف نہ تھا۔ اس نے تخت نشینی کے بعد بغاو وصیف اور دیگر ترک افسروں کے نام دفتر سے خارج کر دیئے۔ ترکوں کی جانب سے

اطمینان حاصل ہوا تھا کہ معلوم ہوا موید موالی سے ساز باز کرنے لگا اس لئے معتز نے مؤید اور اس کے بھائی ابو احمد کو قید کر کے ان سے ولی عہدی سے دست برداری کا اقرار لے لیا مؤید قید ہی میں مر گیا۔ پھر اس نے مستعین کو بھی مروا ڈالا۔

معتز کو معزول کر کے ترکوں نے واثق کے بیٹے مھتدی کو تاج و تخت سونپ دیا۔(۳۴)

مھتدی بڑا عاقل و مدبر و عاقبت اندیش خلیفہ تھا اس نے چاہا کہ ترکوں کے اقتدار سے جو نظام میں ابتری پھیل گئی ہے اس کی اصلاح کی جائے مگر امراء کی ذاتی اغراض کے باعث اس کی تمام کوششیں رائگاں گئیں۔ مھتدی بھی ترکوں کے استبداد کا شکار رہا تخت سے اتار کر بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔ مھتدی کی معزولی کے بعد معتمد خلیفہ بنا جو اس وقت قید میں تھا۔ معتمد محض نام کا خلیفہ تھا چھوٹے بڑے کسی معاملے میں بھی اس کا حکم نہ چلتا تھا۔(۳۵) معتمد کے زمانہ میں ملک کی حالت اور بھی ابتر ہو گئی ۔ گوشہ گوشہ میں شورش اور ہنگامہ غرض مغرب سے مشرق تک کوئی گوشہ طوائف الملوکی سے خالی نہ تھا۔(۳۶)

معتمد کے عہد خلافت میں ۲۶۰ھ بڑا اہم ہے اس سن میں کئی ایک اہم واقعات رونما ہوئے ۔ اولاً ماوراء النھر میں سامانی خاندان کی ابتداہوئی۔ دوسرے شیعہ امامیہ کے گیارھویں امام ابو محمد حسن عسکری نے سامرا میں وفات پائی۔ ان کے خوردسال بیٹے محمد مہدی اپنے والد کی تلاش میں ایک سراب میں غائب ہو گئے ان پر ائمہ دوازدہ کا سلسلہ ختم ہو گیا، تیسرے اسماعیلیہ کی دعوت کی ابتداء ہوئی جس سے بعد میں قرامطہ فرقہ پیدا ہوا۔ معتمد کے آخری سال یعنی ۲۷۹ھ میں دولت عباسیہ کا دارالحکومت سامرا سے دوبارہ دارلسلام بغداد منتقل ہوا۔ (۳۷)

خلیفہ معتمد نے ۲۷۹ھ میں وفات پائی اس کے بعد موفق کے بیٹے معتضد باللہ خلیفہ

مقرر ہوا۔ وہ ترکوں کا کھلونا نہیں بنا بلکہ اس نے تمام سرکش امراء کو زیر کر کے اور مخالف قوتوں کا قلع قمع کر کے عباسی حکومت میں از سرِ نو جان ڈالدی۔ (۳۸)

جس زمانہ میں خلیفہ معتضد حکومت کے ان جھگڑوں اور جنگوں میں الجھا ہوا تھا اور عباسی خلافت دورِانحطاط میں داخل ہو چکی تھی ابن الرومی کا انتقال ہو گیا۔ ابن الرومی کی وفات ۲۸۳ھ میں ہوئی یعنی معتضد کی حکومت کے چار سال بعد۔

ابن الرومی کی پوری زندگی کسی نہ کسی امیر ووزیر خلیفہ اور حاکم وغیرہ کی مدح یا ہجو کرتے گزری کسی سے خوش ہوا تو مدحیہ قصائد کہہ دیئے اور خفگی کی صورت میں ہجو کہنے میں ذرا بھی پس و پیش نہ کرتا اسی لئے اس کے بے شمار متعلقین اور ممدوحین ہیں۔ آل طاہر بھی انہیں میں سے ہیں۔ آل طاہر جو عباسیوں کے دور میں نیم خود مختار تھے انہوں نے بغداد اور اس کے مضافات پر حکومت کرنے کا حق موروثی بنا لیا تھا اس کے علاوہ ان کی حکومت صوبہ خراسان اور مشرقی حصہ میں خلافت کے دیگر زیر فرمان علاقوں پر تھی۔طاہری خاندان کا ایک شخص محمد بن عبداللہ بن طاہر تھا جس کو اس کے بھائی نے جو خراسان کا گورنر تھا بغداد کا گورنر مقرر کیا تھا۔ اس وقت ابن الرومی سولہ سال کا تھا اپنے سربراہ کی وفات کے بعد بھی جو کہ ۲۴۸ھ میں ہوئی وہ اس عہدے پر قائم رہا لیکن اب وہ براہِ راست خلیفہ کے ماتحت ہو گیا تھا اسی وجہ سے اب وہ اس قابل ہو گیا تھا کہ بغداد سے وصول کی ہوئی سالانہ باج کی رقم جو کہ ۱۳۰۰۰،۰۰۰ درہم تھی (ایک کروڑ، تیس لاکھ درہم) خود اپنے اوپر خرچ کر سکے۔ اس سے قبل اس کو یہ رقم نیشاپور بھیجنی پڑتی تھی۔(۳۹) جہاں خراسان کا گورنر رہتا تھا جس کے ماتحت وہ خود تھا پس طاہریوں میں سب سے پہلا وہ گورنر تھا جس کا تعلق ابن الرومی سے رہا ہوا اور جس کے ساتھ ابن الرومی کے تعلقات اگر ہمیشہ نہیں تو کسی خاص عرصہ کے لئے انتہائی گہرے رہے ہوں علاوہ ازیں محمد بن

عبداللہ بن طاہر ایک شائستہ آدمی تھا شاعر بھی تھا اور اس کا گھرانہ عالم و فاضل لوگوں کی آماجگاہ تھا۔۴۰؎ کچھ قصیدے ایسے ہیں جن میں نہایت گھٹیا اور تحقیر آمیز طعنے دیئے ہیں۔ ابن الرومی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ سلیمان بن عبداللہ نے المعتز کو برباد کیا تھا اس کے برعکس یہ امر ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ سلیمان کا کوئی تعلق خلیفہ کی موت سے رہا ہو جس کو ترک فوج نے سامرا میں قتل کر دیا تھا۔ ابن الرومی کے ایک قصیدہ میں زنگیوں کے بصرہ پر قبضہ کا ذکر ہے۔ اس سے اس وقت کی اسلامی دنیا کے دلی اضطراب کی کیفیت کا اظہار ہوتا ہے جو مسلمانوں کے ایک عظیم ترین شہر کی بے حرمتی سے پیدا ہوا۔

یہ تو معلوم نہیں کہ سلیمان بن عبداللہ کتنا عرصہ بغداد کا گورنر رہا لیکن ۲۵۹ھ میں اس کی جگہ عبید اللہ بن عبداللہ نے لے لی۔ کیونکہ اس سال صفاریوں کے بعد نیشیا پور میں یعقوب بن لیث داخل ہوا تھا ور اس نے طاہری گورنر کو قید کر لیا تھا۔(۴۱)؎ اور اس طرح طاہری حکومت کا خاتمہ کر دیا تھا اور خلیفہ نے عبیداللہ کی گورنری کی تصدیق کر دی تھی۔

ابن الرومی نے عبیداللہ کے لئے بے شمار قصائد کہے ایک بارہ وہ اس کی چالیسویں سالگرہ پر کہتا ہے

لی أربعون من السنین وأربعون من الولد (۴۲)

''میں چالیس سال کا ہوں اور میرے چالیس بیٹے ہیں''

ملك لا یریٰ اللھیٰ تستحق الوسائلا حسب راجیہ لدیہ انہ جاء سائلا (۴۳)

'' وہ ایک ایسا بادشاہ ہے جو اس بات کا خیال نہیں کرتا کہ تحفوں کے مستحق وہ لوگ ہوتے ہیں جو فن کا مظاہرہ کرتے ہیں بلکہ اس کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ کوئی اس سے توقعات پیش کر کے آئے اور مانگے''

دوسرے قصیدہ میں بھی تقریباً اسی زور شور کے ساتھ وہ اس کی کشادہ دلی کے گن گاتا ہے ۔ تیسرا قصیدہ خاص طور پر ایک عرض داشت سے متعلق ہے جس میں ابن الرومی بیان کرتا ہے۔ (۴۴)

ولی وطن آلیت أن لا أبیعه وأن لا أریٰ غیری له الدهر ما لکا

عهدت بهٖ شرخ الشباب و نعمة کنعمة قوم أصبحوا فی ظلالکا (۴۵)

''میرا بغداد میں ایک جدی مکان ہے جس کے متعلق میں نے قسم کھائی تھی کہ نہ تو کسی کے ہاتھ بیچوں گا اور نہ اسے کسی دوسرے شخص کے قبضہ میں دیکھوں گا کیونکہ میں اس مکان سے اپنی جوانی کے عروج کے زمانہ سے مانوس ہوں''

ابن الرومی اپنی بے شمار چھوٹی نظموں میں سلیمان کا مذاق اڑاتا ہے اور تقریباً ان سب میں لڑائیوں میں اس کی شکست کا ہی ذکر کرتا ہے وہ سلیمان کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتا ہے۔

''هو الأسد الورد فی قصرهٖ ولکنه ثعلب المعرکة ۴۶

''وہ اپنے گھر میں بھورا شیر ہے لیکن لڑائی میں لومڑی بن جاتا ہے''

ابن الرومی نے اپنی زندگی کا ایک کثیر حصہ سامرا میں گزارا اگرچہ اس رہائش کے دوران اس نے بغداد سے اپنا رشتہ مکمل طور پر منقطع نہیں کیا تھا۔

سامرا کا شہر جہاں پر دربارِ خلافت تھا اور جہاں حکام کی ایک کثیر تعداد اکٹھی ہوگئی تھی ایک شاعر کے لئے بغداد کی نسبت زیادہ امید افزا مقام تھا بڑے بڑے افسروں میں اور خصوصاً وزراء اور حکومت کے مختلف شعبوں کے ناظموں سے اس کو کشادہ دل سرپرست ملنے کی توقع ہوگئی تھی۔

ابن الرومی کی نظموں میں ترکی اور دوسرے فوجی افسروں میں سے کسی ایک کے لئے

ایک بھی قصیدہ نہیں ملتا، اور نہ ہی ان میں سے کسی کی طرف وہ اشارہ کرتا ہے ماسوائے چند سر سری اشاروں کے جن کا ذکر ضمناً آ گیا ہو تاہم ابن الرومی باوجود ان کی غیر فصیح زبان کے ترکوں کی جرأت مندی اور ان کی فوجی صلاحیتوں کی وجہ سے ان کا مداح تھا(۴۷) اور اس نے ان کی ان خوبیوں کی تعریف کرتے ہوئے ایک چھوٹا سا قصیدہ لکھا تھا۔

تری شبه الا سادفیهم مبیناً ولکنهم ادهی دهاءً وانکر(۴۸)

ان میں شیروں جیسے خواص ہیں مگر وہ بڑے سیاست والے ہیں

اپنے دورانِ حکومت کے اکثر حصہ میں المعتمد ہمیشہ برائے نام خلیفہ رہا ورنہ حکومت دراصل اسکے بھائی الموفق کے ہاتھوں میں رہی(۴۹) الموفق نے حالات پر بڑی جدوجہد کے بعد قابو پایا تھا۔ امور سلطنت یقیناً مکمل طور پر اسی کے ہاتھ میں ہوں گے جس کی وجہ سے وہ اس قابل ہو گیا کہ بطور خود ایک وزیر کا تقرر کر سکے۔ ۲۶۵ھ میں اس نے صاعد بن مخلد کو اس مرتبہ (وزارت) تک بڑھا دیا تھا لیکن دراصل یہ صرف سیکرٹری کا عہدہ تھا اس سے قبل بھی صاعد بڑے عہدے پر رہ چکا تھا وہ اک عیسائی تھا اس نے اسلام اپنی آخری ترقی کے موقع پر قبول کیا تھا اس کے بھائیوں میں سے ایک بھائی جس کا نام الحسن بن مخلد تھا(۵۰) مختلف اوقات میں المعتمد کا وزیر رہ چکا تھا اس کا ایک اور بھائی عابدون بن مخلد تھا جو ہمیشہ عیسائیت پر قائم رہا وہ بھی بہت با اثر آدمی تھا اور سرکاری عہدیدار تھا صاعد کا بیٹا علاء بھی ایک اہم سرکاری عہدیدار تھا۔ صاعد کے خاندان کا پہلا فرد جس کے پاس ابن الرومی گیا تھا وہ العلاء ہی معلوم ہوتا ہے۔ اس کی شان میں ایک طویل قصیدہ ابن الرومی کے دیوان میں محفوظ ہے۔اس میں ایک ایسے شخص کے جذبات کی طرف اشارہ ہے کہ جس کی عمر چالیس سال سے متجاوز ہو گئی ہو۔

اپنی اس تخلیق کے متعلق وہ بیان کرتا ہے کہ یہ بہترین شاعری کا نمونہ ہے۔

کفیٰ المرء وعظاً اربعون تفارطت   ولو لم یغطه شیبه المتنارط ۵۱

''انسان کے لئے چالیس سال کی عمر بہترین واعظ ہے اگرچہ ابھی اس کے بال سفید نہ ہوئے ہوں''

ابن الرومی نے العلاء کے ذریعہ اس کے باپ تک رسائی حاصل کی وہ العلاء کے پہلے مدحیہ قصیدہ میں صاعد کو بھی شامل کر لیتا ہے اور اس میں مضحکہ خیز حد تک آگے بڑھ جاتا ہے۔

وکل مدیح لم یکن فی ابن صاعد   ولا فی أبیه صاعد فهو حابط

''ہر وہ مدح جو ابن صاعد (العلاء) یا اس کے باپ صاعد کے لئے نہیں ہے فضول ہے''

ایک اور با اثر ایرانی خاندان جس کے ساتھ اس زمانہ میں ابن الرومی کے تعلقات تھے اور شاید ابتداً اسی وقت قائم بھی ہوئے تھے وہ بنی نوبخت تھے جو نعمانیہ میں آباد تھے۔ جس کے نواح میں عباسی خلیفہ دوم نے کچھ زمین ان کو اس بات کے انعام کے طور پر عطا کی تھی کہ انہون نے اس وقت اس کے حق میں ایک حوصلہ افزا پیشن گوئی کی تھی جب کہ اس کے مقدر کے ستارے مدھم پڑھ چکے تھے۔ ۵۲ تیسری صدی ہجری کے اواخر میں اس خاندان کا سربراہ ابوسھل (اسماعیل بن علیؒ) تھا یہ ایک عالم آدمی تھا اور ایک ممتاز ماہرِ الہیات و مصنف تھا کہا جاتا ہے کہ خلفاء کے دفاتر میں اس کا عہدہ وزارت کے بعد تھا۔ ابوسہل شیعوں کے پیشواؤں میں ممتاز حیثیت کا مالک تھا اثنیٰ عشرہ فرقہ کی بنیاد ڈالنے والا بھی اسی کو سمجھنا چاہیے وہ کہتا تھا کہ بارھویں امام روپوش ہیں اور اپنے باردگری منظر عام پر آنے تک روپوش رہیں گے۔ (۵۳) ابن الرومی کا طویل ترین قصیدہ اس کے ابوسہل کے قریب آنے کا اولین موقع فرض کیا جا سکتا ہے۔ اس قصیدے میں ابن الرومی اقرار کرتا ہے کہ نعمانیہ میں میں ابوسہل کی شخصیت میں ایک

کرم فرما سے ملوں گا اور وہاں اس کے سائے تلے آرام سے رہوں گا۔ایک قصیدے میں وہ شکایت کرتا ہے اور کہتا ہے

لا یرانی أھلاً لملك الظھاری ولا موضع العطایا الرغاب ۵۴

"تو مجھے ان اچھی چیزوں کے قابل بھی نہیں سمجھتا جو کہ گھٹیا اور نا کارہ لوگوں کے تصرف میں ہوتی ہیں"

ایک جگہ وہ ابوسہل پر الزام لگاتا ہے کہ وہ اس کی طرف سے پھر گیا ہے اور وظیفہ بند کر دیا ہے۔ ابن الرومی نے چند قصائد ابوسہل کے بھائی محمد بن علی کو بھی خطاب کرتے ہوئے کہے ہیں۔ ان میں سے ایک میں اس سے ایک تحفے کا تقاضا کیا ہے جب کہ وہ نعمانیہ کا گورنر تھا۔

طلبت کساءً منك اذا انت عامل علیٰ قریة النعمان تعطیٰ الرغائبا ۵۵

"میں نے آپ سے ایک خلعت کی طلب کی تھی جب کہ آپ نعمان کے گورنر تھے اور خوب دادو دہش کیا کرتے تھے"

ابن الرومی کے عبداللہ الناشی کے ساتھ بھی دوستانہ مراسم تھے جو کہ ابوسہل کا شاگرد تھا اور عطاری کا کام کیا کرتا تھا۔ ابن الرومی زندگی کے آخری ایام میں الناشی کی دکان پر مستقلاً بیٹھا کرتا تھا۔(۵۶)

ابن الرومی کے چند قصیدے خود الموفق کو بھی خطاب کر کے لکھے گئے ہیں لیکن یہ امر کہیں ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ کسی بھی زمانے میں اس شہزادے سے قریبی طور پر متفق رہا ہو۔

ایک قصیدہ جو ایک رسمی سی ثنائیہ نظم اور جو ۲۷۰ھ میں الموفق کے ہاتھوں زنگیوں کی شکست کے بعد لکھی گئی۔ جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

شغل المحب عن الرسوم وان غدت مثل الوشوم

"عاشق محبوبہ کے آثارِ دیار سے غافل ہو گئے اگرچہ وہ آثارِ دیار گودنے کے نشانات

کی طرح ہو گئے ہیں"

اس میں الموفق کے کارناموں کی کوئی تفصیل نہیں ہے۔ ایک تیسرا قصیدہ ہے جس میں کسی ایسے واقعہ کا بیان ہے جس کا مؤرخین نے کوئی ذکر نہیں کیا۔ اس میں الموفق کو قسم دی گئی ہے کہ وہ اپنے آدمی ولی کو چھوڑ نہ دے ورنہ وہ خلیفہ کے دوسرے پیروؤں کو اس کے بعد ہمیشہ کے لئے بدخواہ بنا لے گا۔ ابن الرومی کہتا ہے۔

فمن مبلغ عنی موفق هاشم قریع بنی العباس ذالمجدو الفخرِ

"کون میری طرف سے موفق ہاشم کو یہ پیغام پہنچائے گا جو بنو عباس کا صاحبِ مجدو فخر کا سردار ہے"

دوسرے قصیدوں میں (بھی) الموفق کیلئے اور بھی بہت سے واقعاتی اشارات ہیں ان میں سے ایک میں اس کے زنگیوں کے ساتھ جنگ کے طریق کار کے متعلق کچھ مفید تفصیلات ہیں۔ دوسرے قصیدوں میں اس کے ہاتھوں کی گئی بعض عہدوں کی تقسیم کا ذکر ہے جیسے ایک شخص ابو الفوارس کا ذکر جسے کوئی عہدہ سونپا گیا تھا۔

لا بدع ان ضحك القتير فبكالضحكته الكبير [۵۷]

"اس میں کوئی اچنبھے کی بات نہیں کہ مفلس خوشی سے ہنسا اس کی ہنسی پر ایک بہت بڑا آدمی رویا"

الموفق کی موت کے ایک سال بعد اس کے بیٹے اور جانشین ابو العباس نے المعتمد کے بیٹے کو علیحدہ کر دیا اور اپنے وارثِ تخت و تاج ہونے کا اعلان کر دیا۔ المعتمد کے مرنے کے بعد ابوالعباس خود خلیفہ بن گیا اور المعتضد کا لقب اختیار کر لیا تھا اب عبیداللہ بن سلیمان بن وہب، ابن بلبل کی جگہ وزیر بنا۔

اس زمانے میں جن لوگوں سے ابن الرومی کا تعلق تھا ان میں سے ایک احمد بن محمد الطائی تھا یہ وہ ہستی تھی جس کو ۲۶۹ھ میں کوفہ کا گورنر مقرر کیا گیا تھا اور اس نے یہ عہدہ دوسرے بہت سے اختیارات کے اضافہ کے ساتھ اس وقت تک سنبھالے رکھا جب وہ ۲۷۵ھ میں گرفتار ہوا ۵۸ الطائی پر جلد ہی نوازشات بحال ہوگئی ہوں گی کیونکہ المعتضد کی حکومت کے آغاز کے وقت وہ بغداد کے نزدیکی چند اضلاح کو زیر کاشت لا رہا تھا جس کے بدلے میں وہ خزانہ کو روزانہ رقم خطیر ادا کرتا تھا۔۵۹ وہ بے ایمانی سے قرامطہ تحریک کی حمایت کرتا تھا یہ ایسے کہ وہ قرمطی مذہب اختیار کرنے والوں سے ان کے وجود کو برداشت کرنے کے صلے میں رقمیں اینٹھتا تھا۔(۶۰) ابن الرومی نے جو پہلا تعریفی قصیدہ الطائی کے لئے لکھا وہ ایک طویل قصیدہ ہے۔ اس سے قبل ابن الرومی نے ایک قصیدہ اس کے خلاف لکھا تھا وہ اس لئے کہ اس نے ایک اہل کار کے بیٹے کو اس وقت بطور یرغمال پکڑ لیا تھا جب کہ اسے اس بات کا خطرہ تھا کہ اس پر ابن بلبل کی وزارت کے زمانے میں حملہ نہ ہو جائے۔ یہ واقعہ ۲۷۳ھ یا اس کے قریبی دور کا ہے اس کے بعد غالباً المعتضد کی حکومت کے زمانہ میں الطائی نے ابن الرومی کا وظیفہ مقرر کرنے کا وعدہ کرلیا ہوگا۔

ابن الرومی کے دیوان میں خود المعتضد پر کوئی بیس قصائد ہیں ان میں سے کوئی بھی طویل نہیں ہے۔ ان میں سے بیشتر مبارک بادی قصائد ہیں جو المعتضد کو مختلف موقعوں پر پیش کی گئی تھیں۔ ایک المعتضد کی ۲۸۲ھ میں طولونی شہزادی قطر الندیٰ کے ساتھ شادی ہونے کے موقعہ پر لکھا گیا۔ ایک المعتضد کی تخت نشینی ،جشن عید الفطر وغیرہ پر لکھے گئے۔ ایک مرثیہ والدہ کی وفات پر لکھا۔

ابن الرومی کے عباسی خاندان کے دو اور افراد کے ساتھ بھی دوستانہ مراسم تھے ان

میں سے ایک تو عبدالملک بن صالح تھا ابن الرومی اس کے لئے اپنی پر خلوص محبت کا اقرار کرتا ہے۔ اور کہتا ہے۔

فعلی قدر ذاك اسأل حاجا تی و امتاحها بغیر احتشام

''میں اس سے جو بھی چاہتا ہوں بغیر کسی شرم کے مانگ سکتا ہوں''

ایک اور جگہ اقرار کرتا ہے

اذا ما نباعنی الوزیر و انتم عتادی فلم من رجاکم من تخرما

''اگر وزیر میرے کام نہ آئے اور عبدالمالک تو میری حمایت پر قائم رہے تو میں سمجھوں گا کہ کچھ نہیں بگڑا''

ایک اور عباسی شخص تھا جس کا نام عیسیٰ ابن موسیٰ ابن المتوکل تھا ابن الرومی نے اپنے تین چار قصیدوں میں اس کی طمع کا مذاق اڑایا ہے(۶۲)

یقتر عیسیٰ علی نفسہٖ ولیس بباق ولا خالدٖ

فلو یستطیع لتقتیرہٖ تنفس من منخر واحدٖ

عذر ناہ أیام أعدایہٖ فما عذرذی بخل واجدٖ

رضیت لتفریق أموالہٖ یدی وارثٍ لیس بالحامدٖ

''عیسیٰ باعتبارِ ذات ایک کمینہ شخص ہے اس کو نہ بقا ہے نہ دوام''

''وہ اتنا کمینہ ہے کہ اگر اس کے بس میں ہوتا تو وہ ایک ہی نتھنے سے سانس لیتا''

''اگر اس کے پاس کچھ نہ ہوتا تو ہم اس کو معذور سمجھتے مگر ایک دولتمند بخیل کے پاس کیا عذر ہے''

''مجھے اس کی دولت کے بکھر جانے کی خوشی ہے اس کے وارثوں کے ہاتھوں جو اس

کی تعریف کرنے والے نہیں'' (۶۲)

ابن بلبل کی معزولی کے بعد ابن الرومی کے مربیٔ خاص بنی وہب تھے۔ یہ خاندان ابتدأ واسط سے تعلق رکھتا تھا یہ لوگ امویوں کے زمانہ سے حکومت کی ملازمت میں چلے آرہے تھے اور حکومت کے لیے ڈیڑھ سو سال سے زیادہ کی مسلسل خدمات کا دعویٰ کر سکتے تھے۔۶۳ اس خاندان کے افراد جن کا ذکر ابن الرومی اپنے قصائد میں کرتا ہے وہ سلیمان بن وہب اس کے تین بیٹے احمد، وہب اور عبیداللہ اور عبیداللہ کے دو بیٹے الحسن اور القاسم ہیں۔

سلیمان کے تین بیٹوں میں سے ایک احمد شاعر و مصنف تھا وہ سرکاری ملازمت میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہا اور ۲۸۵ھ میں مر گیا۔۶۴ اس کا دوسرا بیٹا وہب ۲۶۰ھ میں سرکاری ملازم تھا اور ۲۸۰ھ کے لگ بھگ بھی وہ بقید حیات ہی تھا۔ سلیمان کے تیسرے بیٹے عبیداللہ بن سلیمان کو جلد ہی اہم سرکاری ملازمت مل گئی تھی وہ ترکی سردار موسیٰ بن بغا کا سیکرٹری تھا۔ بعد ازاں وہ الموفق کا سیکرٹری بنا۔

عبیداللہ کے بیٹے الحسن کو بھی بہت سے سرکاری عہدوں پر مقرر کیا گیا وہ ایک عالم آدمی تھا اس نے اقلیدس کی شرح لکھی تھی ۲۸۴ھ میں اس کا انتقال ہوگیا۔ ۶۵ اس کا دوسرا بیٹا القاسم بھی سرکاری ملازم تھا وہ بڑا تند مزاج اور ظالم تھا اس سے بہت سے قہر انگیز جرائم سرزد ہوئے تھے ان میں سے ایک جرم احمد بن الطیب کا قتل بھی تھا۔ نیز عمرو بن لیث کا قتل یہ سب اس کی مجرمانہ ذہنیت کی مثالیں ہیں وہ تیس سال کی عمر میں ۲۹۱ھ میں مر گیا۔ (۶۶)

ابن الرومی نے بہت سے قصیدے پورے وہب خاندان کو مخاطب کر کے لکھے ہیں۔ جن میں ان کی مدح و تعریف ہے لیکن کہیں کہیں شکایت بھی ہے۔

مضت سنون أراعي نجم دولتكم فيها واعتدها قسمي من الدول

''میں کئی سال سے آپ کے ستارۂ سعادت کی طرف آنکھیں لگائے ہوئے تھا اور اسے اپنی سعادت کا سبب سمجھتا تھا''

ایک جگہ وہب خاندان کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے

وهب یا واهب الهبات اللواتی   قصرت دونها الهبات الرغاب ٦٧

''اے وہب! دادودہش کرنے والے جس کے عطیات کے سامنے بڑے بڑے عطیات ہیچ ہیں''

عبیداللہ کے بیٹے الحسن کے لیے ابن الرومی نے جو قصیدے لکھے ہیں ان کی تعداد ان قصائد سے کم ہے جو دوسرے بیٹے القاسم کے لیے لکھے۔عبیداللہ کا چھوٹا بیٹا القاسم ابن الرومی کا خاص مربی تھا۔ چودہ سال کی عمر میں ہی القاسم کو اہم فرائض سونپے جانے لگے تھے۔ ابن الرومی کہتا ہے

فتیً لم یزل مذعدعشراو اربعا   لکل جلیل مرتضیٰ اومربضا ٦٨

''وہ ایک ایسا نوجوان ہے کہ چودہ سال کی عمر میں وہ بڑے کام کا اہل ثابت ہوا''

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ۲۷۸ھ میں وہب خاندان کے دوبارہ برسرِ اقتدار آنے سے پہلے ہی القاسم نے ابن الرومی کا وظیفہ مقرر کر دیا تھا مگر جب وہ برسرِ اقتدار آیا تو اسے بھلا دیا۔

بنی وھب کی بحالی کے بعد بھی القاسم نے ابن الرومی کا وہ وظیفہ جو اس نے پہلے خود مقرر کیا تھا دوبارہ جاری کرنے سے گریز کیا اور یہ امر بھی ثابت ہے کہ ۲۷۸ھ کے موسم خزاں میں جب کہ بنی وھب دوبارہ برسرِ اقتدار آئے ہی تھے تو القاسم ابن الرومی کے ساتھ بہت بدسلوکی سے پیش آیا تھا۔ (٦٩) وہ القاسم سے کہتا ہے

أأحييتني بالأمس ثم تميتني برفضي و اقصائي و حقي أن أدني

''کل تک مجھے زندگی بخشنے کے بعد کیا آج تم مجھ سے نفرت کر کے اور اپنے سے دور رکھ کے موت کے گھاٹ اتاردو گے اس حالت میں کہ میں فی الحقیقت قریب لائے جانے کا مستحق ہوں''

أذوالإفاستخدموني لآلتي بقوتي، أولا فارز قوني مع الزمني ۷۰

''اگر تو مجھے کسی قابل سمجھتا ہے تو مجھے میری روزی مہیا کرنے کے لئے میری قابلیت کے مطابق مجھے کوئی کام دے اور اگر مجھے اس قابل نہیں سمجھتا تو مجھے بحیثیت ایک ناکارہ انسان گزارہ دے جو بوڑھا ہو گیا ہے''

ابن الرومی اگرچہ تیسری صدی ہجری کے نہایت بلند پایہ شعراء میں سے تھا جس کے شعر کی خصوصیتیں تعجب انگیز طور پر زمانۂ حال کے مذاق کے مطاق ہیں تاہم سوئے اتفاق وہ شہرت نہ پا سکا جس کا وہ حقدار ہے۔ ابن رشیق قیروانی کو جو ابن الرومی کی طرح خود بھی رومی الاصل تھا اس شاعر کے حالات سے بہت دلچسپی تھی۔(۷۱) وہ لکھتا ہے۔

'' وأما ابن الرومى فاولى الناس باسم شاعر لكثرة اختراعه و حسن افتنانه '' (۷۲)

اور پھر ایک جگہ اس کے بارے میں یوں کہتا ہے:

''واكثر المولدين اختراعاً و توليداً فيما يقول الحذاق ابو تمام و ابن الرومى'' (۷۳)

اور پھر ابن الرومی ہی کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے۔

''منهم من يوثر المعنى على اللفظ فيطلب صحته ولا يبالى حيث وقع من هجنة اللفظ وقبحه و خشونته كابن الرومى و ابى الطيب(المتنبى) و من

شاکلھم۔۔۔ وأکثر الناس علیٰ تفضیل اللفظ علی المعنی" (۷۴)

سمعانی نے ابن الرومی کی نسبت لکھا ہے:۔

"احد الشعراء المکثرین المجددین فی الغزل و المدائح والھجاءِ والاوصافِ والتشبیھاتِ و کان محسناً روی

عنہ جماعۃ کثیرۃ من أھل الادب (۷۵)

اسی طرح ابن خلکان بھی اس کی تعریف میں رطب اللسان ہے۔

" صاحب النظم العجیب والتولید الغریب، یغوص علی المعانی النادرۃ فیستخرجھا من مکانھا و یبرز ھا فی أحسنِ صورۃٍ ولا یترک المعنی حتیٰ یستوفیہ الیٰ آخرہ ولا یبقیٰ فیہ بقیۃ، ولہ القصاید المطولۃ المقاطیع البدیعۃ ولہ فی الھجاءِ کلّ شیٔ طریق وکذالک فی المدیح" ۷۶

ابن الرومی کے کلام میں شاعری کی ہر وہ صنف موجود ہے جو اس کے زمانہ کے عرب شعراء کے علم میں تھی۔ قصیدہ چونکہ اس کا خاص ذریعہ آمدنی تھا اس لئے اس کے کلام میں قصائد کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ قصائد اس کے کلام میں بدرجہ اُتم موجود ہیں۔ ۷۷ بعض اوقات اس کی باقاعدہ مرتب مدائح انتہائی طویل ہوتی ہیں۔ اس کے طویل ترین مدحیہ قصیدے میں قریباً تین سو اشعار ہیں۔ ایسے قصیدوں کی تعداد بہت زیادہ نہیں ہے۔

ابن الرومی کی مدح عموماً خوشامد پر مشتمل ہوتی تھی جس میں مبالغہ آمیز تعریف ہوتی تھی، اور وہ اپنے مربیوں کے ساتھ ایسے اوصاف منسوب کر دیتا تھا جن کے وہ فی الحقیقت حامل نہ ہوتے تھے تاہم بعض حالات میں اگر وہ کچھ خاص خوبیوں کے مالک ہوتے یا انہوں نے واقعی کسی قسم کے کارنامے انجام دیئے ہوتے تو وہ ان کا خاص طور پر واضح الفاظ میں ذکر کرتا

ہے وہ اپنے عدم خلوص کی پردہ پوشی کا قائل نہیں اس ضمن میں کہتا ہے۔

یقولون ما لا تفعلون مسبّة من الله مسبوب بها الشعراء

وما ذاك فیهم وحده بل زیادة یقولون ما لا یفعل الامراء

"اللہ تعالیٰ نے شعراء سے اس بات پر اظہارِ ناراضگی کیا ہے کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں کرتے نہیں لیکن اس معاملے میں صرف شعراء ہی خطاوار نہیں بلکہ وہ تو وہی کہتے ہیں جو شاہوں کو کرنا چاہیے مگر کرتے نہیں"

ایک اور موقع پر اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے اس نے کہا ہے کہ:

لو لا عبید الله قدت ولم أخف رهق الجناح

یا مادح القوم اللئام و طالباً نیل الشّحاحِ

"میں تو اپنے مربی اور مہربان دوست عبیداللہ کی وجہ سے خاموش ہوں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ہم گھٹیا قسم کے لوگوں کی مدح کرتے ہیں اور بخیلوں سے انعام کی توقع رکھتے ہیں"

ابن الرومی کے قصائد کا اختتام اکثر استدعا پر ہوتا ہے جس میں زیادہ تر ممدوح کی عدم توجہی کے متعلق شکایات بھی شامل ہوتی ہیں۔

ہجو ابن الرومی کی قلم رومانی جاتی ہے اور یہی وہ میدان ہے جس کا وہ شاہسوار ہے اس کے بے شمار ہجویہ قصیدے ہیں جو سینکڑوں اشعار پہ مشتمل ہیں اس کے ہجویہ اشعار کی کل تعداد اتنی ہے کہ مدحیہ اشعار کے بعد ان کا ہی نمبر آتا ہے ابن الرومی کی ہجو دو قسم کی ہے ایک وہ جس میں اس کے حملے درمیانہ درجہ کے ہوتے ہیں اور دوسری وہ جہاں وہ حد سے بڑھ جاتا ہے۔ ۸ے مثلاً ایک جگہ وہ کہتا ہے کہ" ابو فراس اتنا کنجوس ہے کہ وہ نہ صرف اپنے مہمانوں سے فاقے کراتا ہے بلکہ اپنے بخل کی وجہ سے ان کو ان کا اجر بھی دلانا نہیں چاہتا۔(۷۹)

بخیل یصوم اضیافه فیبخل عنهم أجر الصیام

'' وہ بخیل ہے اپنے مہمانوں کو روزے رکھاتا ہے اور روزوں کا اجر بھی نہیں دلانا چاہتا''

ابن الرومی کا عام طریق کار یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے تو وہ اپنے ممدوح کو اپنا قصیدہ پڑھ کر سناتا اور بعد میں اسے اس قصیدے کی ایک نقل دے دیتا ہے پھر یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ کبھی کبھی وہ نفع کی امید پر بلا اجازت بھی لوگوں کو اپنے قصائد کی نقول بھیج دیتا تھا بعض ایسے بھی ہوتے تھے جو نقول قبول کرنے سے انکار کردیتے تھے کیونکہ وہ اسے کوئی انعام نہ دینا چاہتے تھے۔ ان میں سے ایک قصیدہ ابراہیم ابن المدبر کے بارے میں ہے جس میں ابن الرومی یوں کہتا ہے:

اردد علی قراطیسی ممزقة کیما تکون رؤوساً للدساتیج ۸۰

''میرے پھٹے ہوئے اوراق واپس کردو تاکہ وہ ردی کے کام ہی آجائیں''

ابن الرومی کی زبان شستہ ہے اور اس کا ذخیرۂ الفاظ وسیع ، اس کا اندازِ بیاں بھی عام طور پر مشکل نہیں ہوتا اس کی عربی بھی زیادہ تر ایسی ہی ہے جس قسم کی آج کل کے عربی ادب میں مستعمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے کلام کا ایک کثیر حصہ اب بھی بلا تردد تعلیم یافتہ عربی بولنے والوں کی سمجھ میں آجاتا ہے۔ اس امر کے ثبوت کے طور پر اس کی نظموں کے وہ طویل اقتباسات پیش کئے جا سکتے ہیں جن کی اشاعت کامل گیلانی اور عقاد نے کی اور جنہیں بہت کم ضرورت پیش آئی کہ پڑھنے والوں کی سہولت کے لئے اپنی طرف سے بطورِ تشریح کچھ اضافے کر دیں اس کے ساتھ ہی ابن الرومی کی کچھ نظمیں ایسی بھی ہیں جن کا سمجھنا خود اس کے دورِ حیات میں بھی مشکل تھا۔ اس کا ثبوت اس امر سے ملتا ہے کہ اس نے اپنی بعض نظموں کے لئے

مفید تشریحات بھیجنے کی ضرورت محسوس کی۔ یہ تشریحات عبیداللہ بن عبداللہ، علی بن یحییٰ اور ابن بلبل جیسے ماہر استادوں کو بھیجی گئی تھیں۔ اس نے یہ بھی سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ فی الواقع اس کی یہ تشریحات مذکورہ ماہرین کے لئے نہ تھی بلکہ یہ ان لوگوں کے استفادہ کے لئے تھیں جو نا مانوس الفاظ کے معانی سے لاعلم تھے۔ اگرچہ ابن الرومی عادتاً غیر معروف اور نئے الفاظ کا استعمال نہیں کرتا مگر پھر بھی اس کے کلام میں ایک کثیر تعداد ایسے الفاظ کی موجود ہے جو لغت میں نہیں ملتے یہ الفاظ اسم اور فعل دونوں صورتوں میں پائے جاتے ہیں۔ اس نے چند فارسی الفاظ بھی استعمال کئے ہیں جو شاید دمِ تحریر بغداد کی عربی کا حصہ بن چکے تھے۔(۸۱)

ایک بڑا شاعر زندگی کے بارے میں اپنا ایک الگ نظریۂ فکر رکھتا ہے وہ جس طور پر زندگی کو دیکھتا ہے اسی نہج کو اپنا لیتا ہے اور اس مخصوص اندازِ خیال کی بدولت اس کو متعدد دوسرے شعراء پر فوقیت حاصل ہو جاتی ہے۔ ایک بلند پایہ شاعر کا کلام ہر شے پر محیط ہوتا ہے دنیا کی ہر چھوٹی بڑی چیز اس کے اشعار میں منضبط ہو جاتی ہے اس کے دل کی آواز، ضمیر کی پکار ماحول کا اثر سب ہی کچھ اشعار میں ڈھل جاتا ہے کیونکہ وہ بجائے ہموار راہوں پر سفر کرنے کے نئے راستے استوار کرتا ہے اس طرح سے وہ اپنے کلام میں جدت پیدا کر دیتا ہے اس کا شعور عام سطح سے بلند ہوتا ہے اسی لئے وہ اپنے شعر کو بآسانی ہر ڈگر پر ڈال سکتا ہے اگر کوئی اس کلام سے مستفید ہو تو ایسا معلوم ہوگا کہ اس میں ایک دنیا سمو کر رکھ دی گئی ہے۔ کہ اس سے بہتر تعبیر نہیں ہو سکتی۔ ایک بہترین شاعر عام شاعر کی طرح دنیا کی وسعت کے سبب شعر گوئی سے عاجز نہیں آ جاتا بلکہ وہ اپنے فن میں نئی راہیں کھولتا اور فہم وادراک کو کام میں لا کر نئے نئے آثار چھوڑتا ہے۔ (۸۲)

بڑے بڑے شعراء بعض اوقات دنیا کو مرقع حسن و جمال بنا کر پیش کرتے ہیں تو ایک

سیر گاہ' عبادت خانہ یا جنگ و جدل کا میدان یا راہ گزر یا فرحت و انبساط کا سر چشمہ دکھاتے ہیں یا پھر دنیا کو اس کے اصلی روپ میں پیش کرتے ہیں۔ لیکن اگر آپ کسی شاعر کا کلام پڑھیں اور پھر آپ کو اپنے آپ سے یہ سوال کرنے کی ضرورت ہو کہ دنیا کیا ہے اور آپ کے پاس اس کا جواب نہ ہو تو وہ شاعر خواہ کتنا ہی اچھا ہو مگر بڑا شاعر نہیں ہو سکتا۔ (۸۳)

ایک بڑے شاعر کے لئے ساری دنیا کے بارے میں جاننا ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ یہ واقفیت عام واقفیت سے کم و بیش مختلف ہو اور اسی چیز کو فلسفۂ شاعر کا نام دیتے ہیں اس ضمن میں ہم مفکرین کی بیان کردہ تشریح سے انحراف نہیں کر سکتے۔

اس موضوع کو زیر بحث لاتے ہوئے ہم غور کریں تو معلوم ہو گا کہ ابن الرومی کی ذات کو اگرچہ فلسفہ سے گہرا تعلق نہ تھا لیکن ابن الرومی متضاد طبیعت کا مالک تھا جس کی کہ ایک فلسفی کو ضرورت ہوتی ہے کیونکہ فلسفی پہلے ہر چیز کی تجدید کرتا ہے تا کہ اپنی فکری آنکھ سے فوارق و جزئیات سے بلند ہو کر غور کر سکے مگر ابن الرومی پہلے ہر شئے کو ایک جسم عطا کرتا ہے اور پھر اس کو مختلف شاخوں انوار و اشکال اور خطوط و حرکات میں منقسم کر کے دیکھتا ہے۔ (۸۴)

بسا اوقات پڑھنے والا ابن الرومی کے وسوسوں ، اوھام اور اسرار وغیرہ سے گھبرا کر اس کو اہل باطن میں سے خیال کرنے لگتا ہے جو دنیا کو روحانی نظر سے دیکھتے ہیں اس کی یہ خوبی اس کو ماہر فلسفیوں کے نزدیک لے آتی ہے۔ ماہر فلسفی اہل باطن کی طرح اس دنیا کو نہایت گہرائی سے دیکھتے ہیں اور وہ باطن کو ظاہر پر ترجیح دیتے ہیں ان کے نزدیک ظاہر محض ایک وہم اور جھوٹ ہے کہ جس کا کوئی وجود نہیں سوائے گمراہ کن فریب کے، اس کے برعکس ابن الرومی ایک چیز کا ہلکا سا خاکہ پیش کر کے اس کے اسرار و رموز کا ظاہری لباس پہنائے گا اور اس طرح وہ ایک پوشیدہ عالم کو عالم مجسم و محسوس کی طرح بیان کرے گا۔ اہل باطن ظواہر کی

نفی کر کے اسرار کو ثابت کرتے ہیں اور ابن الرومی اسرار و رموز کی نفی کے بعد ظاہر کو ثابت کرتا ہے۔

ابن الرومی کا احساس اس کے بڑھاپے اور جوانی میں یکساں طور پر جدید رہا ہے اس کی پوری زندگی ہمیشہ بچوں کی سی گزری ہے وہ سدا اپنے دوستوں کو ایک نئی خوشی اور ایک نئے خوف کی نظر سے دیکھتا رہا ہے اس کی طفولیت ابدی تھی لیکن بیماریوں اور غم و الم کی وجہ سے کچھ ڈری ڈری سی ہے کہ اس دنیا میں ہر بھڑکانے والے حادثے کی طرف تیز احساس کے ساتھ دیکھتی ہے۔ اس کی طفولیت سالوں کے گزرنے پر بھی بڑھتی ہی چلی گئی اور لہو ولعب ہی میں منہمک رہی مٹھائی کے شوق اور مار کے خوف کے نیچے دبی رہی۔ اس کی پوری شاعری میں صرف ایک بات پائیں گے جو ایک بڑے بچے کی گفتگو کے مشابہ ہے جو گو بڑوں سے زیادہ معاملات کو سمجھتا ہے مگر وہ محسوس بچوں کی طرح ہی کرتا ہے۔ (۸۵)

وہ نہ صرف صبر و جدائی کا ذکر کرتا ہے بلکہ اس کے کلام میں زہد و تقویٰ عفت و پاکبازی کا بھی ذکر ہوتا ہے دانائی و نصیحت کی باتیں اور نیت وعقیدہ کی باتیں بھی کرتا ہے غرض یہ ہر صنفِ سخن کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے اس کے کلام میں خباثت و ریا نہیں ہوتی۔ وہ خوشی و مسرت کی کیفیتوں کے بیان کرنے میں بہار وخزاں کے ذکر میں عجلت کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے کلام میں پند ونصائح جمع ہو کر رہ جاتی ہیں کسی نئی خوشی پر بڑے معصوم بچے کی طرح اس کا چہرہ کھل اٹھتا ہے اور کبھی وہ نئے الم کو پا کر چیخ اٹھتا ہے اس کے کلام پر فلسفیانہ انداز سابقہ طرزِ فکر اور قدیم احساس کی بدولت عاری نہیں ہوتا بلکہ یہ اس کے اپنے ذہن کی اپج ہے۔

اس فلسفے کو ''ایپکورین'' Epecurian فلسفہ کا نام دیا جاتا ہے یعنی لذت و فرحت کی

جستجو کرنا اور رنج و الم سے فرار حاصل کرنے کی کوشش کرنا اگر اس بچے کو جو مٹھائیوں کا شائق اور مار سے خائف ہو اپیکورین خیال کیا جاتا ہے تو ابن الرومی بھی اپیکورین گروہ سے جدا نہیں ہے۔ لیکن اپیکورین فلسفہ مسرتوں اور غموں میں جدتِ احساس کا نام نہیں ہے بلکہ یہ تو بگڑے ہوئے احساس اور بڑھاپے کی بدولت ہے کہ کبھی تو یہ دونوں چیزیں انسان کو طمانیت بخشتی ہیں تو وہ خوش ہو جاتا ہے۔ لیکن جب وہ ان سے عاجز آجاتا ہے اور فرار کی خواہش کرتا ہے تو مشتعل ہو جاتا ہے اور انہی کے خلاف زہر اگلنے لگتا ہے۔ ابونواس کی شاعری بھی اسی کی مظہر ہے کبھی رنج و الم کا تکلیف دہ روپ دھارتی ہے تو کبھی مسرت و انبساط کی سرسبز چراگاہ بن جاتی ہے یہی اصل اپیکورین فلسفہ ہے اور وہ اپیکورین ہی تھا جو لذتوں کا طلب گار اور الم سے کنارہ کش ہوتا ہے۔(۸۶)

لیکن ابن الرومی اس لئے کبھی غمزدہ ہوتا تھا اور کبھی مسرور کہ اس کی زندگی خوشی و غم کا مجموعہ تھی یہ ضروری نہیں کہ وہ ان کو محسوس بھی کرتا ہو اور نہ ایسے احساس کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس میں کچھ غم اور کچھ خوشی ہو نہ ہم اس کو احساس سے بالکل خارج کر سکتے ہیں اور نہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ اپنی مرضی سے لذتوں کو اختیار کرتا تھا اور اپنی خواہش سے غموں سے بچتا تھا کیونکہ بہتی ہوئی نہر نہ تو صفائی کر سکتی ہے اور نہ گدلے پن سے بچ سکتی ہے کبھی وہ صاف ہوتی ہے کبھی مکدر کیونکہ وہ بہتے ہوئے پانی کی مانند تھا یعنی اس کی شاعری ایک بہتا ہوا دریا ہے جو کبھی مصفا ہے تو کبھی مکدر۔

ابن الرومی پر نہ بڑھاپے کا عالم طاری ہوا اور نہ اپیکورین فلسفہ کا اثر چڑھا بلکہ یہ تو ابدی طفولیت تھی جو اس کے احساس پر چھائی ہوئی تھی۔

یہ ابدی طفولیت غم و خوشی کے بارے میں جدید احساس کی مالک ہے اور یہ احساس

فقدانِ شباب کے بعد اور بھی دوام پا گیا ہے اسے زندگی پر خوشیوں کا شدید لالچ رہا یعنی وہ مسرتوں کے پیچھے بھاگتا رہا اور مسرتیں اس سے دور بھاگتی رہیں اس کے نزدیک زندگی کی اصلی خوشی عالم شباب تھا اور وہ اس وقت تک مطمئن نہ ہوسکتا تھا جب تک کہ جوانی اور جوانی کی امنگیں از سرِ نو لوٹ نہ آئیں۔ وہ کہتا ہے۔

لو یدوم الشباب مدة عمری   لم تدم لی بشاشة الأوطار

کل شئ له ثناه وحدّ   کل شئ یجری الیٰ المقدار ۸۷

''اگر جوانی مدت العمر باقی رہتی تو بشاشت باقی نہ رہتی،

ہر چیز کی ایک انتہا اور حد ہوتی ہے چیز کی تکمیل ایک مقدار پر ہو جاتی ہیاسی لئے وہ زندگی بھر قانع نہ ہو سکا اور خوب سے خوب تر کی تلاش میں لگا رہا۔

☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

(۱) The Arabic Literature. Huart. P.82

(۱) مسعودی مروج الذہب، ۸/۲۳۰

یا قوت حموی، معجم الادباء، ۱۸/۱۱۴، مطبعہ سلفیہ مصر

(۳) ابن خلدون، ۲:۴۹۹، دار المعارف مصر

(۴) محمد عبد الغنی حسن، ابن الرومی، ص۲۰، دارالمعارف مصر، ۱۹۵۵ء

(۵) کامل گیلانی، دیوان، ص:۲۸۵، مطبعہ التوفیق الادبیہ ۱۹۲۴ء

(۶) عمر فروخ ابن الرومی، ص:۹، مکتبہ منیمنہ بیروت ۱۹۴۹ء

(۷) عباس محمود عقاد، ابن الرومی، ص:۸۰، شرکۃ مساھمہ مصریہ مصر ۱۹۳۸ء

(۸) احمد الاسکندری، الوسیط، ص۔۲۶۸، مصر ۱۴۵۱ء

(۹) کامل گیلانی، دیوان، ص:۷۵

(۱۰) عباس محمود العقاد ابن الرومی، ص۔۱۵۷

(۱۱) شوقی ضیف، الفن واندا ھبہ فی شعر الحدیث، ص:۲۲۰، دارالمعارف، مصر ۱۹۴۰ء

(۱۲) احمد الامینی ''الغدیر'' ۳/۳۰، طبعۃ نجف تہران، ۱۹۳۶ء

(۱۳) انیس مقدسی، '' امراء الشعر العربی فی العصر العباسی'' ص:۲۷۳، دار العلم بیروت، ۱۹۲۶ء

(۱۴) ''رسالۃ الغفران'' ۲/۸۱، المصری، دارالمعارف مصر

(۱۵) Life and Works of Ibn-er-Rumi, P.48

(۱۶) کامل گیلانی ،الدیوان، ص:۹۲

(۱۷) عقاد، ابن الرومی، ص:۲۱۱

(۱۸) عباس محمود عقادد، ابن الرومی، ص:۱۰

(۱۹) ابن طباطبا، الفخری فی الادب السلطانیہ، ص:۲۳۰، دارالمعارف، مصر۱۹۲۴ء

(۱۲) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۲/۳۴۳، بدار محافظ مصر، ۱۹۳۱ء

(۲۲) جلال الدین سیوطی ،تاریخ الخلفاء، ص:۳۴۲،نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۸۳ء

(۲۳) ابن جریر، تاریخ ظہری، ۱۰/۳۰۴ ، مطبعہ بریل لیڈن، ۱۸۸۵ء

(۲۴) ابن اثیر، الکامل، ۶/ ۱۳۶ ، ادارہ طباعۃ المنیر یہ مصر

(۲۵) مسعودی، مروج الذہب ،۷/ ۱۳۹

(۲۶) عبدالغنی حسن، ابن الرومی، ص۶ ، دارالمعارف مصر، ۱۹۵۵ء

(۲۷) سیوطی، تاریخ الخلفاء، ص:۱۴۲

(۲۸) سیوطی، تاریخ الخلفاء، ص:۳۴۶، لاہور، ۱۹۷۰ء

(۲۹) عبدالغنی حسن، ابن الرومی، ص:۶ (بحوالہ تاریخ طبری)

(۳۹) احمد امین، ظہر الاسلام، ۱/ ۱۰ ،قاہرہ، ۱۹۴۶ء

(۳۱) ابن طباطبا، الفخری فی الاداب السلطانیہ، ص:۲۱۶

(۳۲) مسعودی، مروج الذہب ، ۷/۳۰۳، مطبعہ سعادۃ مصر، ۱۹۴۸ء

(۳۳) ابن جریر، تاریخ طبری، ۱۲/ ۱۴۸۸، مطبعہ سلفیہ مصر

(۳۴) مسعودی، مروج الذہب ۷/ ۳۹۹

(۳۵) ابن اثیر، الکامل، ۲۰/۱۳۱

(۳۶) ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، ۳/۳۳۹

(۳۷) معین الدین، تاریخ اسلام، ص:۳۴۱، ناشران قران لمیٹڈ اردو بازار لاہور

(۳۸) جلال الدین سیوطی، تاریخ الخلفاء، ص:۲۴۷

(۳۹) حمزہ اصفہانی، تاریخ سنی ملوک الارض والانبیاء، ص:۶۷، دارمکتبہ الحیاۃ بیروت

(۴۰) خطیب بغدادی تاریخ بغداد، ص:۴۹۳۲، بدار محافظ، مصر ۱۹۳۱ء

(۴۱) A literary History of the Arabs. Nicholson.P.265

(۴۲) کامل، 'الدیوان' ص:۲۳۶

(۴۳) Life and works of Ibn-er-Rumi,P.78. British, London, 1944.

(۴۴) ابن الجوزی، المنتظم، ۵/۱۶۷، دائرہ معارف حیدر آباد دکن

(۴۵) عقاد، ابن الرومی، :۱۵۷

(۴۶) کامل، 'الدیوان' ص:۳۴۱

(۴۷) تاریخ طبری، ۳/۱۵۴۴

(۴۸) Life and works of Ibn-er-Rumi,P.80

(۴۹) ابن اثیر، الکامل، ۲/۱۳۱

(۵۰) ایضاً۔

(۵۱) مرزبانی، معجم الشعراء، ص:۴۵، مطبعہ سلفیہ مصر

(۵۲) تاریخ طبری، ۳/۳۱۷۸، مطبعہ سلفیہ مصر

(۵۳) ابن ندیم الفہرست:۱۷۶، مطبعہ رحمانیہ مصر

(۵۴) کامل گیلانی، دیوان، ص: ۱۲۱

(۵۵) کامل گیلانی، دیوان، ص:۱۸۱

(۵۶) یاقوت حموی، معجم الادباء، ۳۳۵/۵، مطبعہ سلفیہ مصر

(۵۷) کامل، الدیوان، ص:۲۸۰

(۵۸) تاریخ طبری، ۲۱۱۴/۳

(۵۹) الھلال، ص:۱۱

(۶۰) تاریخ طبری، ۲۱۲۷/۳

(۶۱) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۲۵/۱۲

(۶۲) کامل، 'الدیوان' ص: ۳۷۵، احمد امین، ظہر الاسلام، ۶۷/۱

(۶۳) ابن خلکان، وفیات الاعیان، ۲۰۶/۱، دار صادر، بیروت، ۱۹۷۲ء

(۶۴) یاقوت، معجم الادباء، ۱۳۶/۱

(۶۵) یاقوت، معجم الادباء، ۴۱۷/۲

(۶۶) ابن خلکان، وفیات الاعیان، ۲۵۲/۱

(۶۷) عباس محمود عقاد، ابن الرومی، ص:۱۵۶

(۶۸) Life and Works of Ibn-ur-Rumi.P.104

(۶۹) الحصری، زہر الآداب، ۱۷۱/۲، طبع عیسی حلبی، ۱۹۵۳ء

(۷۰) محمد عبدالغنی حسن، ابن الرومی، ص:۶۷

(۷۱) ابن رشیق، کتاب العمدہ، ۱۹/۲

(۷۲) ابن رشیق، کتاب العمدہ، ۱۹۴/۲، قاہرہ ۱۹۳۴ء

(۷۳) ابن رشیق، کتاب العمدہ، ۱۷۷/۱

(۷۴) ابن رشیق، کتاب العمدہ، ۸۲/۱

(۷۵) السمعانی ، کتاب الانساب، ص: ۲۶۳۸، گب میموریل، ۱۹۱۲ء

(۷۶) دفیات الاعیان، ۲۵۱/۱

(۷۷) مرزبانی، معجم الشعراء، ص: ۲۸۹

(۷۸) عبدالغنی حسن، ابن الرومی، ص: ۵۰

(۷۹) عمر فروخ، ابن الرومی، ص: ۳۵

(۸۰) Life and work of Ibn-er-Rumi,P.126

(۸۱) ابی عثمان عمر و بن الجاحظ، البیان والتبین، ۱۳۱/۱، مطبعہ رحمانیہ مصر، ۱۹۲۸ء

(۸۲) عقاد، ابن الرومی، ص: ۳۰۳

(۸۳) عقاد، ابن الرومی، ص: ۳۰۴

(۸۴) مناھل الادب العربی مختارات ابن الرومی، مکتبہ صادر بیروت ۱۹۵۲ء

(۸۵) عقاد، ابن الرومی، ص: ۳۰۵

(۸۶) عمر فروخ، تاریخ الفکر العربی، ص: ۱۷۸، منشورات المکتب التجاری بیروت ۱۹۵۹ء

(۸۷) کامل، ''الدیوان'' ص: ۳۸۵